ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

تشکیلِ اردو میں عساکرِ اکبر کے اہلِ قلم کی خدمات

The services of Akbar's soldiers in the formation of Urdu

عبداللہ نعیم رسول،

پی ایچ ڈی (اردو) اسکالر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

الفت عباس،

اسسٹنٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ گریجویٹ کالج اصغر مال، راولپنڈی

محمد عرفان حیدر،

لیکچرار اردو، گورنمنٹ گریجویٹ کالج، میانوالی

Abstract:
Turkish word "Urdu" was used first time in sub continent by Mughal Emporer Babar in his autobiography "Tuzk-e-Babari". He used this word for "Army" and "Camp". The word Urdu also applied for language in the regime of Shahjahan. Shahjahan was the grandson of king Akbar and Akbar was the grandson of Babar. When we study the era of Akbar we find that an unusual language was under process of formalization, and Akbar's army specially troops commanders were taking brimming part of decorate and promote this unnamed language(Urdu), which was called "Hindi" at that time. Akbar spent 64 years of life, while 50 years as sovereign over Hindustan. In subject article only army personnels and their services have been discussed about Urdu literature.

Key Words: Urdu, Army, Akbar, Language, Writers

کلیدی الفاظ: اردو، عسکری، اکبر، زبان، اہل قلم، نورتن، تاریخ

پس منظر:

زبان کے حوالے سے یہ بات ناقابلِ تردید ہے کہ کسی بھی خطہ میں سب سے پہلے بولے جانے والے الفاظ یا زبان ہی بعد میں رائج ہونے والی زبان کا نقطۂ آغاز ہوتا ہے۔ بعدازاں اسی ابتدائی زبان میں لفظوں کی کمی بیشی، لہجوں میں رونما ہونے والی تبدیلی اور حالات و واقعات کے ساتھ ساتھ نئے نئے معنوی تغیر، نئے لہجوں اور نئی زبان کا سانچہ تیار کرتے ہیں۔ اردو زبان کے رائج ہونے اور تسلسل میں بھی برِ صغیر میں ابتدائی آبادکاروں کے بولے جانے والے الفاظ یا زبان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

برِ صغیر پاک و ہند پر مغلوں کے حملوں کا آغاز اگرچہ تیمور(۸ ء)سے شروع ہوا لیکن ظہیرالدین بابر وہ پہلا حکمران ہے جس نے برِ صغیر پر اپنا تسلط جمایا اور مغلیہ حکومت کی بنیاد رکھی۔

بابر نے جب ہندوستان کے ایک وسیع و عریض علاقے پر قدم جما لیے تو اس نے اپنی یاداشتیں لکھنا شروع کیں جو کتابی صوت میں "تزکِ بابری "کے نام سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں پہلی بار لفظ اردو سامنے آیا۔ ظاہر ہے کہ ہندوستان کے لوگ پہلی بار اس لفظ سے آشنا ہوئے۔ بابر نے یہ لفظ لشکر(عساکر) کے معنوں میں استعمال کیا جس سے تمام ماہرینِ لسانیات متفق ہیں۔ بابر اور اس کے ہمراہی (جو اس کی فوج کا حصہ تھے) نسلاً ترک تھے اور ترکی زبان بولتے تھے۔ چنانچہ تزکِ بابری بھی ترکی زبان میں لکھی گئی جس سے اندازہ لگانا یا اسے تسلیم کرنا کوئی مشکل نہیں کہ اردو ترکی زبان کا لفظ ہے۔ اس آپ بیتی کے علاوہ بابر کا ایک مختصر دیوان بھی ترکی زبان میں موجود ہے۔

حرف و سخن HARF-O-SUKHAN Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

بابر اور اس کے لشکریوں نے جہاں ہندوستان کی فضا اور یہاں کی تہذیب کو دل و جان سے اپنایا وہاں انہوں نے ترکی زبان کے کئی الفاظ بھی یہاں کے مقامی زبانوں میں شامل کئے جو اردو کا حصہ بنے مثلاً" بہادر، نوکر، باروچی، جرگہ، چاقو، قینچی، تسمہ، قابو، بابا، خصم، خاتون، خان، پلاؤ، یخنی وغیرہ"۔ [1]

مقامی زبان کے اثرات کے حوالے سے تاریخ ہمیں اس واقعہ سے بھی آگاہ کرتی ہے کہ بابر کو دولت خان لودھی نے ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی تھی جسے بعد میں اپنی اس حرکت پر پشیمانی بھی ہوئی اور وہ بابر سے منحرف ہو گیا لیکن فتح کے بعد جب اسے بابر کے سامنے لایا گیا تو ان کے درمیان جو بات چیت ہوئی وہ ایک مقامی ترجمان کے ذریعے تھی۔ دولت خان لودھی فارسی زبان سے بالکل نا آشنا تھا۔اس دوران یہ ہندی قطعۂ تاریخ پڑھ کر سنایا گیا۔ ؎

نو سے اوپر تھا بتیسا ( )	:	پانی پت میں بھارت دیسا
اٹھی (۸) رجب سکر وارا	:	بابر جیتا ابراہیم ہارا [2]

بابر ایک باشعور حکمران اور بہادر سپہ سالار تھا اس کی زندگی میدانِ جنگ میں گزری تھی۔ وہ برِ صغیر پر حکومت کرنے کے لیے آیا تھا لہذا یہاں کے حالات کو سمجھتے ہوئے وہ اس ماحول میں ڈھلنے لگا۔ اس نے یہاں کی مقامی زبانوں کے الفاظ سیکھے جس کا اندازہ تزکِ بابری میں مقامی زبانوں کے لفظوں کے استعمال سے لگایا جا سکتا ہے۔ نصیر حسین خان خیال اس ضمن میں رقم طراز ہیں:۔

"وہ ہمہ گیر بادشاہ اسی پر بس نہ کرتا بلکہ پیاری زبان کو خلعتِ نظم بھی بخشتا تھا۔ اس کی رنگین طبیعت نے ایک مرتبہ اپنے تخیلات و جذبات کے پتلے کو ترکی خرقہ اور ہندی جامہ پہنایا اور خوشیوں کے ساتھ اسے محفل میں یوں جلوہ دیا۔

مجھ کا نہ ہوا کج ہوسِ مانک و موتی	:	فقیر اہلیغہ بس بو لغو سید و پانی و روتی" [3]

بابر ہندوستان پر تسلط کے صرف چار سال بعد وفات پا گیا۔ اس کی حکومت ابھی اتنی مضبوط نہیں ہوئی تھی۔ فوجیں میدانِ کارزار میں مخالفوں کے خلاف نبرد آزما تھیں کہ سارا بوجھ ہمایوں(٦مارچ ٠٨ ۔ ٨ جنوری ٦ ء) کے کندھوں پر آ پڑا اس پر مزید ستم یہ ہوا کہ ایک ایسے گھر کے بھیدی(شیر شاہ سوری ٧ ء - ء) سے واسطہ پڑا جس نے دس سال کے عرصے میں یہ لنکا ڈھا دی اور ہمایوں کو ہندوستان چھوڑنا پڑا۔ یہاں تک کہ اکبر کی پیدائش بھی اسی بھاگم بھاگ میں ہوئی۔

ہمایوں ایک سپاہی تو تھا ہی وہ ادبی ذوق بھی رکھتا تھا لیکن اسے ہندی(اردو) زبان کی طرف توجہ کا موقع نہ مل سکا۔ شیر شاہ سوری کی فوج میں شیخ عیسیٰ مشوانی ایک عسکری تھا جو ہندی(اردو) میں شعر کہتا تھا۔ اس کے مندرجہ زیل اشعار ادب کی کتب میں محفوظ ہو گئے ہیں:

کلے ازلی جو گیا لکھ	:	ان کا دن نہ کیجے دکھ
گھر بیٹھے دم دیسی رام	:	جو وہ لکھو تیرے نام
جو تو کرسی اللہ یقین	:	کامل ہوسی تیرا دین [4]

شیر شاہ سوری نے کم وقت میں عسکری نظام کو بہتر بنانے میں کئی اقدام کیے۔

نصیر الدین ہمایوں • ءمیں واپس آیا تو اس کی امداد کے لیے اس کے ہمراہ ایرانی لشکر تھا۔ ہمایوں کے برصغیر پر دوبارہ قبضے کے بعد اس خطہ میں مسلکاً بہت بڑی تبدیلی واقع ہوئی۔ فارسی زبان جو پہلے سے پڑھی، لکھی اور بولی جا رہی تھی اس میں مزید ترقی ہوئی اور اس نے قومی اور درباری زبان کا درجہ حاصل کر لیا۔ ہمایوں کو علم و ادب ورثے میں ملا تھا وہ ترکی اور فارسی زبان پر خاصی دسترس رکھتا تھا۔ علمِ نجوم، فلسفہ اور ریاضی کا عالم تھا۔ وہ علما کی صحبت پسند کرتا تھا۔ مطالعہ کا بے حد شوقین اور علم پرور تھا۔ اس کا اپنا ذاتی دار المطالعہ تھا۔ اس نے شاہی کتب خانے کی توسیع بھی کی لیکن ہندی (اردو) زبان کی طرف وہ توجہ دینے میں ناکام رہا۔ اور اس کی وجہ اس کے درباریوں میں فارسی دان طبقے کا ہونا ہے۔ وہ خود فارسی اور ترکی میں شعر بھی کہتا تھا۔ جب فوج کا سپہ سالار علم و ادب میں اس قدر دلچسپی لیتا ہو تو اس کے ساتھیوں اور سپاہ میں ادبی ذوق کا ہونا بعید از قیاس نہیں۔

عہدِ اکبر:

ہمایوں کے بعد اکبر نے تخت سنبھالا۔ اس کی پیدائش رجب ھ / اکتوبر ء بروز اتوار[5] سندھ کے شہر عمر کوٹ سے تقریباً کلو میٹر دور ایک غیرآباد علاقے میں ہوئی ۔ ہمایوں نے اس کا نام بدرالدین محمد اکبر رکھا۔ اکبر کی ولادت چونکہ اسی خطۂ ہند و پاک میں ہوئی اور یہیں پروان چڑھا لہٰذا اس کے ہندوستانی ہونے اور اس دھرتی سے محبت میں کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں رہتی۔ مزید یہ کہ کم عمری میں ہی اس کے ناتواں کندھوں پر تاج و تخت کی ذمہ داری آ پڑی۔

اکبر نے جب تاج و تخت سنبھالا تو دربار کی زبان فارسی تھی۔ درباری اور دفتری زبان ہونے کی وجہ سے دربار اور دفتر سے متعلقہ ہر شخص فارسی سے آشنا تھا۔ اگر بادی النظر میں دیکھا جائے تو فارسی زبان سے اس قدر آشنائی ہی آگے چل کر ہندی(اردو) لٹریچر میں ترقی کا سبب بنی۔

اگرچہ بابر سے ہی اردو زبان کے ارتقاء کا ایک سلسلہ چل پڑا تھا لیکن حقیقی معنوں میں اکبر بادشاہ نے اس کے لیے عملی قدم اٹھایا۔ اس کا عہدِ حکومت(فروری ٦ ء - اکتوبر ٦٠ ء) خاص طور پر ہندی(اردو) لٹریچر کا دورِ شباب کہا جا سکتا ہے۔ اکبر اگرچہ مکتبی تعلیم حاصل نہیں کر سکا تھا۔ لیکن وہ جہاں مردِ میدان تھا وہیں علم و فنون اور فنونِ لطیفہ کا بہت بڑا حامی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ" مصوری، خطاطی، موسیقی، شاعری اور ادب وغیرہ کے ساتھ ساتھ اس نے بہت بڑا کتب خانہ مختلف زبانوں کی کتب کا قائم کیا اور حکم دیا کہ سنسکرت سے فارسی اور اس وقت کی مروجہ زبانوں میں ترجمہ کیا جائے اسی کے ساتھ ساتھ شعراء کی قدر شناسی بھی اس نے بدرجہ کمال کی"۔[6] نیز اس نے دوسری زبانوں سے ہندی میں ترجمے کو بھی فروغ دیا۔

اکبر کی اس پذیرائی اور قدرشناسی نے ہندوستان کے علم و ادب میں ایک نئی روح پھونک دی۔ ہر سمت سے شعراء، دانشور اور اہلِ علم و کمال دربار میں آنے لگے جنھیں اکبر فراخدلی سے دربار میں اور دل میں بھی جگہ دیتا۔ وہ چونکہ بے تعصبی کی وجہ سے بھی ہر دلعزیز تھا سو اس کا دربار ہندو شعراء اور دیگر باکمال شخصیات کا مرکز بن گیا۔ سید فصیح اللہ دربار میں علم و ادب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

> "جب وہ نچنت ہو کر بیٹھا تو ادھر بھی متوجہ ہوا۔ بکر ماجیت کا وقت آیا اور اپنے دربار کو بھی نو رتن سے سجایا۔ چار ایوان کھڑا کیا اور وہاں حکمت و ادب کا درس دیا۔ اس مدرسہ سے چھٹی ملتی تو فارسی ہندی کتاب کھلتی اور دونوں زبانوں کا میل شروع ہو جاتا ہے۔ کبھی مہا بھارت کا میدان نقیب خان کے سپرد ہوتا اور اسے رزم نامہ کا خطاب ملتا اور کبھی رامائن کی کتھا کہی جاتی اور کشن، گنگا دھر اور مہیش

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

کے ساتھ ملائے بدایونی کی زبان صاف کی جاتی۔ امیر حمزہ کی داستان ختم ہوتی تو ہری بنس کا قصہ چھڑتا اور مُلاشری کرشن جی کا نام جپتا۔ آج سنگھاسن بتیسی کی پتلیاں ناچتیں، حکمت کا رنگ چھیڑتیں اور خرد افزا سمجھی جاتیں تو کل کلیلہ دمنہ کے طلسمی حیوان گویا ہوتے۔ چٹکلے، لطیفے کہتے اور عیار دانش بنتے۔ کبھی لیلا و مجنوں عربی اور شیریں و خسرو فارسی بدیسی سمجھ کر محفل سے اٹھائے جاتے اور ان کی جگہ سدیشی نل و دمن لیتے۔ زلیخا کی ملک رانی دروپدی کو ملتی اور زبیدہ کی حرم سرا سیتا جی کے نیگ لگتی۔ فیضیؔ مؤدب ہو کر لیلاوتی کا حساب پیش کرتا تو مکمل خان دوزانو ہوتا جگ کی شکل و ہیئت بتاتا۔ سرہندی حاجی ابراہیم آداب بجا لا کر آرتھر ویدا کی حکمت سناتا اور خانِ خاناں عبدالرحیم دعائیں دے کر جوتن سے نیک لگن اور شبھ گھڑی بتاتا۔ غرض یہ چرچے اور قصے مہینوں میں برسوتی رہے"۔[7]

ان محافل اور صحبتوں سے اکبر نے بہت کچھ سیکھا۔ علم، حکمت، مذہب، سیاست، عسکریت گویا کہ سماعت کے ذریعے ذہن میں وہ سب کچھ اتار لیا جو شاید مکتب کی تعلیم اور کتب بینی سے وہ حاصل نہ کر پاتا۔ یوں اکبر نے اپنی مادری یا دھرتی کی زبان اور اس کے ساتھ دیگر زبانوں کے اختلاط سے سفر پذیر زبان کو ایک نئی طاقت دی۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ ہندو عورتوں سے شادی اور ہندو معاشرت کے ساتھ ملاپ نے اردو کی سلاست اور سمجھنے کی صلاحیت میں اضافہ کیا۔ اکثر بحثیت سپہ سالار(ایک عسکری کے) جو وقت میدانِ جنگ میں گزارتا اس میں بھی وہ تمام درباری جو عالم و فاضل تھے اس کے ہمراہ ہوتے اور وقت ملنے پر وہاں بھی علمی و ادبی محافل گرم ہوتیں۔ یہ عالم اور فاضل لوگ صرف کتابیں اٹھانے والے نہیں تھے بلکہ تلوار اٹھانے والے اور اسے چلانے کے فن سے بھی بخوبی واقف تھے۔ گویا ہر درباری میدانِ جنگ میں بپھرے ہوئے شیر کی مانند ایک سپاہی ہوتا۔ یہ لوگ باقاعدہ منصب دار تھے اور صدی سے لے کر سات ہزار تک کے عہدوں پر متمکن تھے۔ عالموں کی ہم نشینی سے اکبر نے جہاں علم حاصل کیا وہاں شاعروں کی صحبت سے شعر فہمی کے ساتھ ساتھ شعر گوئی کی طرف بھی راغب ہوا بلکہ اکبر نے شعر کو پرکھنے کا گر بھی حاصل کر لیا تھا۔ ایک موقعہ پر طالب آملی نے ایک رباعی پڑھی جس کا تیسرا مصرع تھا

او رفت بہ دنبالہ و عمر برفت

اس پر اکبر نے کہا"دنبالہ کھٹکتا ہے "اور پھر اصلاح دی:

او رفت و رفتنش مرا عمر بر فت

چونکہ دربار میں کئی زبانوں یعنی ہندی(اردو)، سنسکرت، فارسی، عربی اور ترکی وغیرہ کے جاننے اور بولنے والے موجود تھے لہٰذا یہ ایک فطری عمل ہے کہ کوئی بھی دوسری زبان بولتے ہوئے اپنی زبان کا کوئی نہ کوئی لفظ ادا ہو ہی جاتا ہے چنانچہ اکبر کے ذہن میں ان زبانوں کے الفاظ محفوظ ہوتےرہتے۔ شاعری کی محفلوں میں اکبر اپنے اشعار سناتا اور باقاعدہ داد وصول کرتا۔ اس نے اپنا تخلص" اکبر ساہی "اختیار کیا ۔

جا کر جس ہے جگت میں جگت سرا جاہی	:	تاکو جنم سپھل ہے، کہتا ہے اکبرؔ ساہی
پیتھا لاسوں مجلس گئی، تان سین سوں راگ	:	ہنسی و رومی و بولی گیوَ بیربر بوسوں ساتھ[8]

اکبر کی محفلوں میں راجہ مان سنگھ اور بیربر کی صحبتوں سے ہندی(اردو) کے چٹکلے بھی چھوٹتے۔وہ ہندی(اردو) میں بات چیت کرتے تو دربار کے تمام لوگ محظوظ ہوتے اور ان کے ساتھ اسی زبان میں گفتگو کرتے۔ چونکہ درباریوں میں اکثریت ہندوستان کی دھرتی سے جنم لینے والے سپوتوں کی تھی لہٰذا اپنی زبان کے کچھ الفاظ کے اضافے یا اختلاط سے بولنے میں انہیں زیادہ لطف آتا۔ کہا جاتا ہے کہ ابوالفضل کو شہزادہ سلیم نے

حرف و سخن HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

قتل کروایا تھا لہٰذااس واقعے کے بعد وہ بادشاہ کا سامنا نہیں کر پا رہا تھا۔ آخر ملاقات کے لیے بادشاہ کے حضور درخواست پیش کی تو بادشاہ(اکبر)نے اس درخواست پر درج ذیل رباعی تحریر کی۔

پوچھی جو گھڑی مجھ سے براہِ عادت	:	تو وصل کو ساعت کی نہیں کچھ حاجت
ہو جاتی ہے ملنے سے مبارک ساعت	:	ساعت کا بہانہ نہیں خوش ہر ساعت[9]

اکبر کی فوجیں چونکہ مختلف علاقوں پر حملوں یا اپنے دفاع کے لیے اکثر اوقات سفر میں رہتی تھیں۔ ایک دفعہ مہاراجہ مان سنگھ کو اس نے ایک لشکر کے ساتھ کابل پر چڑھائی کے لیے بھیجا تو مہاراجہ دریائے اٹک کے کنارے پہنچ کر رک گیا کیونکہ دریائے سندھ پر سے گزر کر پار جانا اس کے دھرم میں مہا پاپ تھا۔ اسی بنا پر وہ دریا پار کرنے میں تذبذب کا شکار تھے۔ اکبر کو جب قاصدوں نے صورتِ حال سے آگاہ کیا تو اس نے مان سنگھ کو ایک دوہا لکھ کر بھیجا:

بسے بھومی گوپال کی یاد میں الک کہا	:	جا کے من مان اٹک ہے سوئی اٹک رہا[10]

مان سنگھ نے اکبر کا یہ دوہا پڑھا تو وہ مطلب سمجھ گیا اور پھر فی الفور دریائے اٹک کو پار کیا اور اپنا سفر جاری رکھا۔ اکبر کے نورتن تاریخ میں بہت مشہور ہوئے۔ یہ اشخاص اگرچہ مختلف زبانیں جانتے تھے اور درباری زبان بھی ہندی(اردو) نہیں تھی لیکن اس کے باوجود یہ لوگ ہندی میں گفتگو کرتے تھے۔ یوں اکبر کے دربار میں ہندی کو پھلنے پھولنے کا خوب موقع ملا۔ دربار کے علاوہ بھی اونچے اونچے گھرانوں کے لوگ اس زبان کی طرف مائل ہوئے۔ اکبری راج کےعبدالرحیم خان خاناں، فتح اللہ شیرازی، شیخ مبارک، شیخ ابوالفضل، شیخ عبدالقادر، شیخ سلطان، نقیب خان، حاجی ابراہیم، مکمل خان، بیربر، راجہ ٹوڈرمل، ابوالفیض فیضی جیسے لوگ دربار میں موجود رہتے تھے لیکن ان پر لازم تھا کہ جنگ کے دوران وہ اپنے دستوں کی قیادت کرتے ہوئے اپنے جوہر دکھائیں۔ان لوگوں نے اپنی کمان میں کئی جنگیں لڑائیں اور لڑیں۔ وہ اکثر اوقات فتحیاب ہوئے۔ جب کہ چند ایک تو میدانِ کارزار میں کام آئے۔ یہ لوگ ہندی(اردو) زبان کے بنیادی ستون کہے جا سکتے ہیں۔ اس زمانے میں گھوڑوں، ہاتھیوں اور ہتھیاروں کے نام بھی ہندی رکھے گئے۔ جو چیزیں ہندوستان کی پیداوار تھیں ان کے نام تو ہندی تھے ہی جو سب زبانوں پر چڑھ گئے اور فارسی عبارتوں میں بھی یہ الفاظ بے تکلف استعمال کیے جانے لگے۔ مثلاً" جھروکہ، درشن، پھول، کٹار، تلوار، گھوڑا، ہاتھی، پالکی، جھالر، کہار، ڈاک، چوکی، پٹواری، رائے، راجہ، مہاراجہ، چودھری، پہر، دوپہر، گھڑی، گھڑیال، ڈالی، گھاٹ، بیوپاری"[1] وغیرہ اور اسی طرح کے سینکڑوں الفاظ اکبر کے دور اور دربار میں فارسی زبان کا حصہ بن کر اردو کے معاون ثابت ہوئے۔ فارسی چانکہ اس وقت سرکاری زبان تھی لہٰذا ہندی بھی فارسی رسم الخط میں لکھی جاتی تھی۔ جو اردو کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اکبر نے ایک طویل عرصہ حکمرانی کی اور جمادی الآخر ۰ ھ / اکتوبر ۶۰ کو ۶ سال کی عمر میں آگرہ میں وفات پائی۔

اکبر کے عہد تک اور خاص طور پر اکبر کے عہد میں اس زبان کی بنیاد اٹھائی جا چکی تھی جو بعد میں اردو کے نام سے معروف ہوئی۔

اب ایک نئی تہذیب، نئی زبان، طرزِ لباس منفرد، موسیقی کے انگ الگ جس میں ہندی، عربی اور ایرانی ثقافت یکجا ہو گئے تھے۔ اس اختلاط کے باعث اکبر ایک ایسی ثقافت پروان چڑھانا چاہتا تھا جو اپنی پہچان الگ بنائے اور" تیسرے کلچر "کے طور پر ابھر کر سامنے آئے۔ لیکن بنیادی علوم کا فقدان، ہندو مہارانیوں اور راجاؤں کے اثرات حاشیہ برداروں کی چاپلوسی اور کچھ نیا کرنے کے زعم میں اکبر اور اس کے درباری ملاؤں نے دینِ الٰہی(دینِ اکبری) روشناس کرایا۔ اس مشرکانہ بحث کے سامنے آتے ہی برصغیر کے بہت سے مسلم زعماء اور عمائد اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایسی ہی ایک تحریک شمالی سرحدی علاقے سے شروع ہوئی جس کی قیادت پیر روخان(م:۸۰ ھ/ ۷ ء)کر رہے تھے۔

پیرو خان کی کئی تصانیف منظرِ عام پر آئیں لیکن سب سے اہم تصنیف"خیر البیان "ہے۔ خیر البیان چار زبانوں میں اس کے مؤقف کی وضاحت کرتی ہے۔ پہلے عربی، فارسی اور اس کے بعد پشتو اردو میں۔

پیروخان (روشان) کا مرکز سے اتنا دور بیٹھ کر ہندی(اردو) زبان میں مطالب بیان کرنے کی وجہ یہی ذہن میں آتی ہے کہ جب تک یہ زبان برصغیر پاک و ہند کے دوردراز علاقوں میں بولی، پڑھی لکھی اور سمجھی جانے لگی تھی۔ پیروخان کی تحریر کا نمونہ ملاحظہ ہو:

"اے بایزید! لکھ وہ اکھر جسے سب جیب سہن جڑ تھیں۔ اس کارن بے نفع پاویں آدمیاں کچ کا۔ میں ناہیں جانتا قرآن کے اکھر اے سبحان۔ اے بایزید !لکھنا اکھر کا تجھے ہے دکھلاونا اور سکھلاونا مجھے ہے۔ لکھ میرے فرمان سہن۔ جیوں اکھر قرآن کے پھن کے پھن۔ لکھ اکھر اوپر تکنا کے جزم اور نشان، جیوں اکھر پہچانن آدمیاں لکھ کوئی اکھر چار چار عیاں در حال سکھنے جے پڑھن آدمیاں۔"[2]

اس تحریر سے اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ یہ مفہوم پیروخان کسی بایزید[3] نامی شخصیت سے لکھوا رہے تھے۔ بایزید انصاری بھی چونکہ دینِ اکبری(الٰہی) کے خلاف ایک مجاہد تھے اور میدانِ کارزار میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے دکھائی دیے۔ لٰہذا صاحبِ طبقاتِ شعرائے ہند نے ڈاکٹر لیڈن سے ان کے دوہے نقل کیے ہیں۔

گھڑی گھڑی گھڑیال پکارے کہے ہے بہت گئے اردالپ ہی رہی ہے
سووے کہا اچیت جاگ چپ ہووے چلے آج کی کال بٹا وجیورے
کنجر مَن میمت مری تو مارے کامن کنک ملیس ٹرے تو تارے
ہر بھکت تن سون نیہ پلی تو پالئے اور رام بھجن میں دیہہ گلے تو گالئے
دو دو دیپک بال محل میں سووتے ناری سے کرنیہ جگت نہیں جوتے
سوندھا تیل لگائے پان لکھ کھائیں گے بھگت بھگوان کمتا جائیں گے[4]

گویا مستقبل میں اردو کا نام پانے والی زبان کا ایک ڈھانچہ تیار ہو چکا تھا اور وہ قدم بہ قدم آگے بڑھ رہی تھی۔ اکبر کے درباریوں میں ہی بہرام سقہ بخاری ایک مردِ میدان تھا۔ اس صاحبِ سیف و قلم نے بھی ریختہ میں طبع آزمائی کی اس کی ایک غزل کا مطلع اور مقطع ملاحظہ ہو:

باز ہندو بچہ ٔقصد دلم دھرتی	:	کوچہ نہیں جانوازیں خستہ کی کیرتی ہے
چپ کر اے دل شدہ سقہؔ زغم یار منال	:	گر جفا رفت بہ جانِ تو میاں کرتی ہے[5]

ملا نوری کا تعلق بھی اکبر کے دربار سے تھا۔ اکبر کے ہمراہ کئی دفعہ میدانِ جنگ میں نبرد آزما ہوا۔ فارسی کا ایک پُر گو شاعر اور ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ ریختہ میں بھی اس نے لکھا۔ ایک شعر جس کا ایک مصرع خالص ٹکسالی فارسی اور دوسرا مصرع خالص بامحاورہ اردو میں ہے۔

ہر کس کہ خیانت کند البتہ بترسد	:	بے چارۂ نوری نہ کرے ہے نہ ڈرے ہے[6]

اکبر نے اپنی فوج کو پانچ اقسام میں تقسیم کر رکھا تھا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

- 1) منصب داری فوج) احدی فوج) داخلی فوج) مستقل فوج ۵) باجگزار راجاؤں کی فوج

انور ہاشمی نے ان پانچوں اقسام کی تفصیل میں 33 درجوں کا ذکر کیا ہے اور مناصب میں سب سے چھوٹا منصب 10 اور سب سے بڑا سات ہزار کا لکھا ہے۔ بڑا منصب عموماً شہزادوں کے لیے مخصوص تھا۔

فوج کی تنظیم پر تحریر کرتے ہوئے وہ مزید لکھتا ہے:

> "احدی فوج بادشاہ کے ذاتی محافظ ہوتے تھے۔ ان کے پاس اعلیٰ نسل کے گھوڑے ہوتے اور یہ سب کے سب شہنشاہ کے زیادہ وفادار ہوتے تھے۔۔ داخلی فوج میں سرکار کی طرف سے سپاہی بھرتی کیے جاتے تھے جنھیں شاہی خزانے سے تنخواہ ملتی تھی۔ اکبر کی مستقل فوج میں پانچ شعبے تھے،) پیدل
>) توپ خانہ
>) گھوڑ سوار)بحری جہاز ۵)جنگی ہاتھی"۔[7]

باجگزاروں کی فوج وقت پڑنے پر طلب کی جاتی تھی۔

اتنی بڑی فوج میں شعراء اور ادباء کا ایک بڑی تعداد میں ہونا بعید نہیں۔ ہاں !البتہ آج کی اردو زبان جو اس وقت ہندی، ہندوی یا ہندوستانی کہی جاتی تھی میں دیگر زبانوں سے کم افراد کا ہونا قیاس کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ ذرائع ابلاغ بہت محدود تھے اور اگر کوئی تھے تو ان کا تعلق دربار یا درباریوں تک محدود تھا۔ میدانِ کارزار کے سپاہیوں کا احوال آنے والے زمانوں تک نہیں پہنچ سکا۔ یہی وجہ ہے کہ تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔

اکبر نے اردو کے لفظ کو مزید یوں معروف کیا کہ شاہی سکوں پر یہ لفظ کندہ کروایا لیکن اسے لشکر کے معنوں میں لیا۔ اکبر کے دور میں جو عسکری اہلِ قلم تاریخ کا حصہ بنے اور ہم تک جن کے نام پہنچے ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔میر بخشی ان کے ہاں اگرچہ ایک ایسا عہدہ تھا جو فوج میں تنخواہیں تقسیم کرنے کا ذمہ دار تھا لیکن میدانِ جنگ میں یا عسکری ضروریات کے تحت وہ اس کا پابند بھی تھا کہ جنگ کے دوران دستوں کی کمان کرے گویا محاسب کے ساتھ ساتھ وہ ایک عسکری منصب دار(عہدے دار)بھی تھا۔ عشقی خان عشقی نے اکبر کے ہمراہ جنگوں میں حصہ لیا اور عملاً سپاہیانہ اوصاف کا مظاہرہ کیا۔ اس کی تاریخ پیدائش اور مقامِ پیدائش کے بارے میں تاریخ خاموش ہے اندازے سے لکھ دیا جاتا ہے کہ دہلی میں پیدا ہوا البتہ تاریخِ وفات • ھ/ ۵۸ ء درج کی گئی ہے[18]۔ آپ کے حالاتِ زندگی پر بھی پردہ پڑا ہوا ہے۔ فارسی کا ایک قصیدہ"سرد و گرم زمانہ "آپ سے منسوب ہے۔ اس قصیدہ میں فارسی کے علاوہ اردو(ہندی) اور ترکی زبان میں بھی کچھ اشعار شامل ہیں۔ ترکی کے ان اشعار سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ بابر کے ساتھیوں میں سے ہوں گے اور اردو(ہندی) زبان آپ نے ہندوستان میں آنے کے بعد سیکھی ہو گی۔ اس قصیدے میں وہ ایک پتے کی بات کرتا ہے کہ جس شخص کی جاگیر بحال ہے اور اس کے پاس دولت موجود ہے تو ہر شخص اس کا احترام کرتا ہے اور اس کے آگے پیچھے پھرتا ہے اور جس کے پاس دولت یا جاگیر نہیں ہے تو اس سے ہر شخص آنکھیں چراتا ہے۔ اس کی مثال اس نے ترکی، تاجک اور ہندوستانی بیوی کے حوالے سے دی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ایک خوشحال آدمی جب اپنے گھر آتا ہے تو اس کی بیویاں دیدہ و دل فرشِ راہ کرتی ہیں۔ اس کی ترک بیوی دعائیں دیتی ہے تاجک بیوی کلماتِ خیر کہتی ہے جب کہ ہندوستانی بیوی اپنی زبان میں کچھ یوں خیر مقدم کرتی ہے ۔

زنِ ہندی ز یک طرف گوید	:	ہوں تری لونڈ تو میرا خوندگار

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

تم جو مجھ کو پیار کرتے ہو	:	میں بھی کرتی ہوں تمہارا پیار
اپنے کوٹھے پہ میں بچھاؤں پلنگ	:	اوس اوپر لیٹ جاؤں پاؤں پسار
پیچ تولیت لونڈیاں چوگرد	:	حرماں آس پاس تم بچکار[19]ے

لیکن جب ایک بد حال شخص گھر آتا ہے تو ہر بیوی بُرا بھلا کہتی ہے۔ طعنوں سے اس کا جینا عذاب کر دیتی ہے۔ ایسے شخص سے ہندوستانی بیوی اپنی ناراضی کا اظہار کچھ اس طرح کرتی ہے۔

زنِ ہندی ز یک طرف گوید	:	تیری ماں کولی تیرا باپ چمار
جھوٹ تجھ تھیں بہت سنا مت بول	:	سچ ترا ہوں کہوں مرا مت مار
تجھ تھیں مجھ کو نہ روتی نہ پانی	:	تجھ تھیں مجھ کوں نہیں سواد و سنگار
اب نہ راہوں تری خدا کی سوں	:	نکلوں گی میں تمہارے گھر تھیں بہار[0]ے

ہندوستانی بیوی کی زبان سے جو یہ اشعار کہلوائے گئے یہ اس زمانے کی روزمرہ کی بات چیت کو سامنے لاتے ہیں۔ اس سے ایک اور بات واضح ہو جاتی ہے کہ گھروں میں بھی اردو زبان استعمال ہوتی تھی اور یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اکبر کے عہد تک زبان کس قدر صاف ہو چکی تھی۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ اکبر کے تمام منصب دار خواہ وہ کسی بھی منصب پر فائز تھے میدانِ کارزار میں فوج کا حصہ ہوتے۔ راجہ ٹوڈرمل اکبر کا ایک وزیر تھا۔ ذات کا وہ کھتری تھا اس کے وطن کی بابت مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ لاہور کا سکونتی تھا۔ بعض موضع لاہر علاقہ اودھ کا رہنے والا بتاتے ہیں۔[1]ے

چونیاں شہر ضلع قصور کے مشرقی جانب ایک خستہ حال دو منزلہ مکان موجود ہے، جو ایک کھنڈر بن چکا ہے۔ اس کے بارے چونیاں کے باشندوں کا کہنا ہے کہ یہ کھنڈرات راجہ ٹوڈرمل کے محل کے ہیں۔ اس کی تصدیق ڈاکٹر محمد ریاض انجم کی اس تحریر سے بھی ہوتی ہے۔" ٹوڈرمل راجہ ہوریں قصور دے تاریخی قصبے چونیاں سے وسنیک سن۔ ایس قصبے دے ٹبیاں دے نشان اج وی شہروں باہر چڑھدے پاسے کھلرے ہوئے نیں"۔[2]ے ٹوڈرمل نے ھ/ ۵ ء نوں بھگوتی داس دے ہاں جنم لیا"۔[3]ے وہ شہنشاہ اکبر کے منشیوں میں شامل ہوا۔ زمانہ شناس اکبر نے اسے بھانپ لیا اور خیال کیا کہ متصدی گری کے علاوہ یہ سپہ گری اور سرداری کی اہلیت بھی رکھتا ہے۔ سو اس نے ٹوڈرمل کو چند مہمات پر بھیجا جہاں سے وہ کامیاب لوٹا۔ ۷ ھ/ ۵۷ ء میں اسے سندِ وزارت دی گئی اور تیرہ سال بعد اسے منصبِ چار ہزاری دیا گیا۔ راجہ ٹوڈرمل نے وقت، مشاہدے اور مطالعے سے بہت کچھ سیکھا جسے ثابت بھی کیا۔" اس نے زمین کی پیمائش کا باضابطہ نظام رائج کیا"۔[4]ے"اس نے ۸۸ ھ میں فوج کی تنخواہ کے چند آئین باندھے۔۔۔اس میں حساب کتاب دفتر کے قواعد لکھے۔۔۔ اس نے حساب میں ایک رسالہ بھی لکھا۔"[5]ے اس کی کتاب" خازنِ اسرار "بھی کافی مشہور ہے۔" محرم ۸ ھ مطابق ۰ فروری ۵۸ ء کو ایک کھتری نے اس عداوت سے کہ اس کو کسی بد اعمالی کی راجہ نے سزا دی تھی رات کے وقت تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا۔"[6]ے

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

راجہ ٹوڈرمل ایک بہترین منتظم، بہادر سپاہی اور فارسی و ہندی(اردو) کا ادیب اور شاعر تھا۔ اس کی شاعری میں بھی اس کی مثبت سوچ کی شیرینی محسوس کی جاسکتی ہے۔ ؎

گُن بن جیوں کماں گُن بن جیسے گیان	:	مان بن دان جیسے جل بن سُر ہے
گُن بن گیت جیسے ہتوبن پریت جیسے	:	ویشیا اسریت جیسے پھل بن تر ہے
تار بن تنتر جیسے سیانے بن منتر جیسے	:	پتی بن ناری جیسے پتر بن گھر ہے
سو کوی تیسے من میں وچکار دیکھو	:	دھرم وہین دھن پکی بن پر ہے[7]

اکبر کے دربار کا ایک اہم کردار بیربر تھا جسے بیربل بھی لکھا جاتا ہے۔ اس کا اصل نام مہیش داس تھا۔ کچھ موٗرخین اسے برہمن اور کچھ بھاٹ لکھتے ہیں۔ کالپی کا رہائشی تھا۔ ابتدا میں مثل دیگر بھاٹوں یا منگتا برہمنوں کے کتب پڑھ پڑھ کر بھیک مانگتا پھرتا تھا۔[28] سوبیر کا یہ بیٹا ایک خدمت گار کے ذریعے ۵۶ ء میں اکبر بادشاہ کے دربار پہنچا اور عزت پائی۔کب رائے(ملک الشعراء) اور بیربر کے خطاب سے نوازا گیا۔ ۔۔ شروع میں اسے ۰۰ گھوڑوں کا منصب دیا گیا۔[29] بعدازاں یہ منصب دو ہزاری تک جا پہنچا۔ بیربر کو صاحبِ سیف و قلم کا خطاب بھی دیا گیا۔ اکبر کی طرف سے سفارت کے فرائض بھی انجام دیے اور کئی مہمات میں دستوں کی کمان بھی کی۔ ھ/ ۸ ء میں مہم سوادوباجوڑ پر زین خان کوکہ سپہ سالار بنا کر بھیجے گئے۔ انہوں نے وہاں سے مزید کمک کے لیے اکبر کو لکھا۔ دربار میں تجویز پیش تھی کہ بیربر نے خود کو والنٹیئر کر دیا۔ چنانچہ زین خان کی امداد کے لیے یوسف زئی قبیلہ کی سرکوبی کے لیے بیربر کو بھیجا گیا چونکہ وہ راستوں سے انجان تھا راہنمائی بھی نہیں تھی لہٰذا تنگ راستوں میں گھر گیا اور ۷ فروری ۵۸۶ ء کو مارا گیا۔[0] بیربر چونکہ ایک بھاٹ تھا جو اپنی پہیلیوں، کبت، لطائف اور بے تکی باتوں سے اکبر کو اکثر خوش رکھتا تھا لہٰذا اس نے اردو ادب میں جو اثاثہ چھوڑا وہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ ایک پہیلی"مال پوا "ملاحظہ ہو۔

گھی میں غرق سواد میں میٹھا	:	بن بیلن وہ بیلا ہے
کہیں بیربر سنیں اکبر	:	یہ بھی اک پیلا ہے[1]

مولوی علی محمد اور رام دتہ مل نے بیربر کے حالاتِ زندگی لکھتے ہوئے اس کے کچھ کلام کو بھی شامل کر دیا ہے۔"بیربر کا شاعرانہ مذاق " کے حوالے سے انہوں نے اس کے دوہے نقل کیے ہیں۔ انہوں نے ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

ایک دن بادشاہ نے بیربر سے کہا کہ مجھے ایک کبت یاد آئی تم اس کا جواب کبت میں دو تو تمہیں اپنے دربار میں رکھوں گا بادشاہ نے فرمایا ؎

جل تو گنگا جل اور جل کاہ رے	:	پھل تو آم پھل اور پھل کاہ رے
بھوگ تواستری بھوگ اور بھوگ کاہ رے	:	جوت میں نینن جوت اور جوت کاہ رے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

بیربر بولا۔ مہاراج ادھیراج یہ کیا کبت ہے اور اس جواب کیا مشکل ہے ؎

جل تو اندر جل اور جل کاہ رے	:	پھل تو پتر پھل اور پھل کاہ رے
بھوگ تو اندر بھوگ اور بھوگ کاہ رے	:	جوت تو سورج جوت اور جوت کاہ رے

ایک دن اکبر بادشاہ نے بیربر سے فرمایا ع کس کارن یہ ناچے گدھا
بیربر نے عرض کی

آگے ناتھ نہ پیچھے پگا	:	اس کارن یہ ناچے گدھا ؎[2]

اس طرح کی تک بندی، دوہے، کبت اور منظوم واقعات و لطائف کی کئی مثالیں بیربر کے حوالے سے مؤرخین نے رقم کی ہیں اور ان میں سے اکثر اس نے فی البدیہہ کہی ہیں۔

اکبر بادشاہ کے محسن سپہ سالار اور ہمایوں کے ہر لمحہ کے ساتھی بیرم خان کے لائق بیٹے مرزا عبدالرحیم کا نام اردو(ہندی) شاعری میں بڑے احترام سے لیا جاتا ہے۔ آپ کی تاریخِ ولادت میں مؤرخین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے لیکن یوسف متالا نے" صفر ٦ ھ مطابق ٧ دسمبر ٥٥٦ ء[3] بڑے اعتماد سے نقل کی ہے۔" ٠٠ شخصیاتِ عالم کا انسائیکلوپیڈیا"[4] کے مولف، صاحبِ" قاموس المشاہیر"[5] مقالہ نگار" جامع اردو انسائیکلو پیڈیا "[6] اور" دربارِ اکبری"[7] کے مصنف بھی اس سے متفق ہیں جبکہ ڈاکٹر سہیل بخاری نے تاریخِ ولادت ٥٥ ء[38] تحریر کی ہے۔ جس کی تائید ڈاکٹر صمدی کرتے ہوئے کئی دیگر حوالے بھی نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

" ٥٥ ء میں پیدا ہوئے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی پیدائش ٠ ٦ ء میں ہوئی۔
تیسرا قول یہ ہے کہ ان کی پیدائش صفر ٦ ھ بمقام لاہور ہوئی۔ قوم کے ترکمان تھے۔۔۔
جلوس جہانگیری میں مطابق ٦ ٠ ھ/٧ ٦ ء اس دنیائے ناپائیدار سے ٧ سال کی عمر یں راہیِ ملکِ بقا ہوئے"۔[39]

تاریخِ وفات میں اختلاف ٥ ٦ ء اور ٧ ٦ ء کی صورت میں موجود ہیں۔

عبدالرحیم خان خاناں کی عمر والد کی شہادت کے وقت صرف چار سال تھی۔ آپ کی پرورش اور تربیت اکبر بادشاہ نے کی۔ انہیں کئی خطابات، وزارت اور سپہ سالارِ عظمیٰ کے مرتبے پر فائز کیا۔ آپ نے کئی مہمات کو سر کیا اور مغلیہ حکومت کا دائرہ وسیع کیا۔

خان خاناں اوائل عمری سے ہی علماء کے قدردان تھے وہ اہلِ تصنیف اور شعراء کو عزیز رکھتے تھے۔ خود بھی ترکی، فارسی اور ہندی(اردو) کے شاعر تھے۔ زبان عربی سے واقف تھے اور بے تکلف بولتے تھے۔ سنسکرت میں بھی اچھی لیاقت تھی۔ آپ نے احمد آباد میں ایک عظیم کتب خانہ قائم کیا تھا اور اس میں ہر صنف کی نادر کتابیں موجود تھیں۔ خان خاناں فارسی میں رحیم جبکہ اردو(ہندی) میں رحیمن یا رحمن تخلص کرتے تھے۔ آپ کی تقریباً گیارہ تصانیف دستیاب ہو چکی ہیں۔ دوہے میں انہیں خاص مہارت تھی۔ ان کے اخلاقی نوعیت کے لکھے گئے دوہے ضرب المثل بن چکے ہیں۔ ان کی تصانیف میں رحیم دوہالی یاست سئی، بروے ناٹکا بھید، شرنگار سورٹھ، مدناشٹک، راس پنچ ادھیائی، نگرِ شوبھا، پھٹکر بردے، پھٹکت

کبت، سویتے، رحیم کاویہ، اور سنسکرت فارسی اور ہندی(اردو) میں ملا جلا کلام" کھٹیاکو تک جاکتم "شامل ہیں۔ ان کے علاوہ دو کتابیں جو انتخاب ہیں "رحیم رتناولی"(۸ ء) اور رحیم ولاس(۸ ء)ہیں۔ آپ کی تحریروں کا ایک انتخاب" رحیمن آشٹک "کے نام سے ۸ ء میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ اپنے اس تخلیقی کام کے علاوہ جس نے آپ کو ادب میں زندہ رکھا وہ" تزک بابری "کا فارسی ترجمہ ہے۔ آپ نے گیتا کا فارسی ترجمہ بھی کیا۔

آخری عمر میں جہانگیر نے اپنی کسی مصلحت کی بنا پر خان خاناں کو قید کر دیا اور مال و متاع ضبط کر لیا۔ جیل خانے کے اندر آپ کو بڑی مصیبتیں جھیلنا پڑیں۔ رہائی کے بعد آپ چیتر کوٹ چلے گئے۔

مرزا عبدالرحیم خان خاناں نے اردو(ہندی) کی خدمت دل و جان سے کی۔ ان کے کلام میں سے چند دوہے بطور نمونہ ملاحظہ ہوں :

رحمن دانی دردر ہوے تو جانچے جوگ	:	جیوں سر تن سوکھا پرے کنواں کھداوت لوگ
رحمن پانی راکھیو بن پانی سب سون	:	پانی گئے نہ اوبھرے موتی، ماس، چون
کھیر، کھون، کھانسی، کھسی، بیر، پریت، مدھومان	:	رحمن دابے نہ دبے جانت شکل جہان
کھیرا کی منھ کاٹ کے ملت نون لگائے	:	رحمن کڑوے مکھن کوں چپے یہی سزائے
بگڑی بات بنے نہیں لاکھن کروکن کوئے	:	رحمن بگڑے دودھ کو متھے نہ ماکھن ہوے
رحمن انگیا نیل کی رت میں پھٹی رتیک	:	منو کسوٹی ہیم پر دیو ہیم کی لیک
جے سلگے تے بجھ گئے بجھے تے سلگے ناہیں	:	رحمن داہے پریم کے بجھ بجھ کے سلگائیں
رحمن دھاگا پریم کا جن توڑو وچٹکائے	:	ٹوٹے سے جڑے نہیں پچ گانٹھ پڑ جائے

غرض عبدالرحیم خان خاناں کی شاعری اپنے عہد میں جہاں اردو زبان کی تشکیل میں اہمیت کی حامل ہے اہیں اخلاقی رویوں کو بہتر بنانے میں بھی ممد ثابت ہوتی ہے۔

خان خاناں اکبر کے نو رتنوں میں سے تھا تو انہیں میں امیر فتح اللہ شیرازی کا نام بھی آتا ہے۔ آپ ایرانی النسل تھے لیکن ہندی(اردو) زبان پر عبور تھا۔ آپ نے"زیچ الغ بیگ، کا فارسی سے ہندی ترجمہ کیا اور یہ ترجمہ بھی اکبر بادشاہ کے حکم سے ہوا۔"[0] یہ ترجمہ انہوں نے کئی دیگر صاحبِ علم کے مشورے اور شراکت سے کیا۔ امیر فتح اللہ شیرازی صرف صاحبِ علم ہی نہیں بلکہ صاحبِ سیف بھی تھا اور کئی معرکوں میں اپنے دستوں کی قیادت بھی کی تھی۔

جب ہم درباریوں کی طرف نظر اٹھاتے ہیں تو اکبر کے ایک" نک چڑھے "اور آزاد خیال درباری کا نام ذہن میں آتا ہے جسے لوگ فیضی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ شیخ مبارک کا بڑا بیٹا ابوالفیض ۵ ھ میں آگرہ میں پیدا ہوا۔ علومِ عقلی و نقلی جو ایشیا میں مروج تھے ان میں مہارت حاصل کی۔ بہترین شاعر، انشا پرداز اور خوش نویس تھا۔ ابتدا میں مشہور ؔلیکن بعد ازاں فیضیؔ اور پھر فیاضیؔ تخلص استعمال کیا۔ اگرچہ اس کا تعلق سپہ گری سے نہیں تھا لیکن اکبر کے دربار سے منسلک ہونے کے بعد کئی جنگوں میں اس کے ہمراہ رہنے کے باعث اسے میدانِ جنگ میں تلوار بازی کے

کئی کواقع میسر آئے۔ اکبر کو دینِ الٰہی کی طرف لانے میں کہا جاتا ہے کہ فیضی کا بنیادی کردار تھا۔ اس کی حرکات کی سزا اللہ تعالیٰ نے اسے زندگی میں تو دی ہی، مرنے کے بعد کے حالات قادرِ مطلق ہی جانتا ہے۔ فیضی چھ ماہ تک مختلف بیماریوں میں مبتلا رہا۔ اس کے منھ سے کتے کی آواز نکلتی تھی اور کفر بکتا تھا۔ بالآخر اسی حالت میں صفر ۰۰ ھ مطابق ۵۵ ء میں وفات پائی۔مولانا، محمد حسین آزاد نے اس کی بیماری اور ذہنی کیفیت کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے جس کا اندازہ ایک قاری ان آخری چند سطور سے لگا سکتا ہے:

> "جس وقت بادشاہ عیادت کو گئے تو کتے کی آواز سنی۔ ان کے سامنے بھونکا اور یہ بات خود سرِ دربار بیان فرمائی۔ منھ سوج گیا تھا۔ ہونٹ سیاہ ہو گئے تھے یہاں تک کہ بادشاہ نے شیخ ابوالفضل سے پوچھا کہ اتنی سیاہی ہونٹوں پر کیسی ہے شیخ نے مسی ملی ہے؟ اس نے کہا !خون کا اثر ہے قے کرتے کرتے سیاہ ہو گئے ہیں۔ بے شک مذمت اور طعن حضرت خاتم المرسلین ﷺ کی شان میں کرتا تھا اس کے مقابل میں یہ باتیں پھر بھی بہت کم ہیں"۔[1]

ابوالفیض فیضی فیاضی چالیس سال تک قلم و قرطاس سے وابستہ رہا۔ نثر لکھی۔ شعر کہے، نظم و نثر میں نئے نئے تجربات کیا۔ اس کی تصانیف کی تعداد سو سے زائد ہے جن میں"سواطع الالہام،موارد الکلم، تباشیر الصبح، مرکزِ ادوار، سلیمان بلقیس، نل دمن، ہفت کشور، مہا بھارت کا ترجمہ، القروید کا فارسی ترجمہ، انشائے فیضی "مشہور ہیں۔ ان کی اول الذکر دونوں کتابیں بے نقط ہیں اور فیضی کو جب عربی زبان میں بے نقط لفظ نہ مل سکا تو فارسی اور ہندی کے الفاظ استعمال کیے۔ یوں اردو زبان کی تشکیل میں ان کتب کے بے نقط الفاظ نے کئی مقامات پر اپنے ہونے کا احساس دلاتے ہوئے اردو کا بڑا خوبصورت لہجہ پیش کر دیا۔

ابوالفیض کے چھوٹے بھائی ابوالفضل بھی علم و حکمت میں ایک مقام اور مرتبے کے حامل تھے وہ ۶ محرم ۵۷ ھ بروز اتوار کو شیخ مبارک ناگوری کے ہاں ناگور علاقہ راجستھان میں پیدا ہوئے اور اپنے بھائی کے توسل سے دربارِ اکبری میں حاضر ہوئے۔ کچھ ہی عرصہ بعد ہزاری کے منصبِ جلیلہ سے نوازے گئے۔ وہ صاحبِ قلم کے ساتھ ساتھ صاحبِ سیف بھی تھے۔ اکبر نے اسے کئی جنگوں پر بھیجا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اکبر کو دینِ الٰہی کی طرف لانے میں فیضی سے بھی زیادہ کردار ابوالفضل کا تھا۔" ربیع الاول ۰ ھ کو شہزادہ سلیم کے اشارہ پر راجہ نرسنگہ دوبندیلہ وائی ارچھا کے لوگوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔اس کا سر شہزادہ کے پاس الہ آباد بھیجا گیا اور لاشہ بے سر قصبہ آنتروی(ریاست گوالیار) میں سپردِ خاک کیا گیا"۔[2]

ابوالفضل کی تصانیف میں اکبر نامہ(تین جلدیں)، مکتوباتِ علامی اور آئینِ اکبری کافی معروف ہیں۔ مصنف اس کتاب کے دیباچے میں لکھتا ہے:۔

> "چونکہ میں اس دفتر میں بعض مقامات پر ہندی الفاظ استعمال کیے ہیں اس لیے حرف کے تعین اور اعراب کی صحت میں بے حد کوشش کی ہے۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ واقفیت طلب ناظرین کو کسی طرح کی مشکل پیش نہ آئے اور تحریف کی وجہ سے کوئی خرابی ایسی پیدا نہ ہو جو غلطی اور مغالطہ کا باعث ہو۔۔۔ جو حروف کہ فارسی نژاد ہیں ان کو بالکل متمائز کر دیا ہے جیسے بائے پدید و جیم چمن و کاف نگار و ژرائے مژدہ وغیرہ۔۔۔ جو حروف کہ زبانِ فارسی میں بھی مستعمل نہیں ان کو ہندی لکھ کر شک کو دور کر دیا گیا"۔[3]

اس اختلاط سے ریختہ کا تاثر پیدا ہوتا ہے اور اردو کے لیے راہیں ہموار ہوتی ہیں۔ نیز ابوالفضل نے ایک فارسی کتاب کا ہندی میں ترجمہ بھی کیا جس میں امیر فتح اللہ شیرازی، کشن جائسی، گنگا دھر اور مہیش بھی اس کے شریک رہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

اکبر کے ایک اور جرنیل راجہ امیر مان سنگھ کے بارے میں بھی مؤرخین نے اردو(ہندی) شاعر ہونے کا عندیہ دیا ہے نیز اسے صاحبِ دیوان شاعر تسلیم کیا ہے۔ جس کی ایک قلمی کاپی رامپور کی لائبریری میں موجود رہی۔ مان سنگھ راجہ امیر جے پور بھگوان داس کچھو ہہ کے ہاں ۵ ۵ ء میں ابیسر میں پیدا ہوا۔ یورپین مؤرخین اسے راجہ بھگوان یا بھگونت داس کا متبنیٰ لکھتے ہیں۔ جبکہ مسلم مؤرخین نے اس کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ شاید اس کا سبب یہ ہو کہ ہندو حقیقی بیٹے اور متبنیٰ میں کوئی فرق روا نہیں رکھتے تھے۔ شہنشاہ اکبر بھی اسے بعض اوقات فرزند کہتا تھا اور کبھی کبھار مرزا راجہ کہہ کر پکارتا تھا۔مان سنگھ کابل اور بنگال کا صوبہ دار رہا۔ ہفت ہزاری منصب پر فائز تھا۔ جلوس جہانگیری یعنی ۰ ھ / ٦ ء میں بمقام برار وفات پائی۔[4] اس کی پندرہ سو رانیوں میں سے ساٹھ رانیاں اس کے ساتھ ستی ہوئیں۔

اختتامیہ :اکبر کے دورِ حکومت میں اس مفتوحہ یا مقبوضہ علاقوں سے بیرونی علاقہ جات کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اردو زبان کے حوالے سے جنوبی ہند تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا۔

جنوبی ہند میں محمد قلی قطب شاہ(صاحبِ دیوان) نے اردو کی اکثر اصناف میں طبع آزمائی کی۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ کا بھتیجا اور داماد سلطان محمد بھی اردو کا شاعر تھا اور ظل اللہ تخلص کرتا تھا۔ اکبر کے زمانے میں پیدا ہوا اور اکبر سے چند سال بعد(۵ ۰ ءمیں) وفات پائی۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی ۸۸ ھ تا ۷ ۰ ھ تختِ حکومت پر متمکن رہا۔ فوج کا سپہ سالار ہونے کے علاوہ خوبصورت شاعر، خوش نویس اور موسیقی کا ماہر تھا۔ اس نے اپنی شاعری اور موسیقی پر دسترس کا اظہار اپنی کتاب" نو رس "(۰۰۵ ھ) میں کیا ہے۔ یہ کتاب آج بھی علمِ موسیقی پر منظوم پہلی کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ابراہیم عادل شاہ ثانی کا اردو پر بہت بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے" فارسی کی بجائے اردو کو شاہی دفتر میں رائج کیا"۔[5]

اس عہد میں اور بھی بہت سے ایسے عیاں یا نہاں اردو زبان کی تشکیل میں حصہ لینے والے عسکری اہلِ قلم ہوں گے جو یا تو اوراق کے ڈھیر میں گم ہو گئے، دیمک کی نذر ہو گئے یا خود کو عسکری ظاہر نہ کر کے آنے والے مؤرخین کی تحقیقی کم فہمی کی بھینٹ چڑھ گئے۔ الغرض اردو زبان ایسی زبان ہے جس کی آبیاری ابتدا سے آج تک عسکری اہلِ قلم اپنے خونِ جگر، فکر اور قلم کی سیاہی کے ذریعے کر رہے ہیں ۔

☆ ☆ ☆

حواشی و حوالہ جات

1۔ عنایت اللہ، ڈاکٹر شیخ، اردو زبان کا ترکی عنصر، مشمولہ :سہ ماہی"صحیفہ "لاہور، شمارہ نمبر ٦، جنوری ٧ ء، ص٨

2۔ ہاشمی فرید آبادی، سید، اردو کی حقیقت تاریخ سے، مشمولہ :سہ ماہی"اردو"کراچی، جلد ، شمارہ - ، جنوری و اپریل ۵ ، ص

3۔ نصیر حسین خان خیالؔ، ادیب الملک نواب، داستانِ اردو، ادارہ اشاعتِ اردو، حیدرآباد(دکن)س ن،ص٨

4۔ خاطر غزنوی، "سرحدمیں اردو شاعری کا ارتقا"، مشمولہ پاکستان میں اردو جلد سوم، مرتبہ :فتح محمد ملک و دیگر، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، اسلام آباد، ٠٠٦ ء، ص

5۔ اختر رضوی(مترجم) تاریخِ معصومی از میر محمد معصوم بکھری، سندھی ادبی بورڈ جام شورو، سندھ، ٠٠٦ ، ص

6۔ نیاز فتح پوری، "ہندی شاعری کی تاریخ"، مشمولہ :ماہنامہ "نگار"، فروری مارچ ٨ ء، کراچی، ص

7۔ فصیح اللہ، فصیح الملک سید، اردوئے فصیح، الہ آباد:مطبع نیشنل پریس ، دوسرا ایڈیشن، ء ص

8۔ عین الحق فرید کوٹی، "مغل شہنشاہوں کی ہندوی شاعری"، مشمولہ :ماہ نامہ" ماہِ نو "لاہور، جلد ، شمارہ ، فروری۸۰ ء، ص۷

9۔ نصیر حسین خان خیال، ادیب الملک نواب، مغل اور اردو، حیدر آباد(دکن) : ادارہ اشاعتِ اردو، ۹ء،ص ۸

10۔ ابو القاسم سرور، سید، "سوجھ بوجھ کے ڈھائی انچھر"، ماہنامہ"ساقی"، دہلی، جلد ۰ ، شمارہ: ، ستمبر ، ص

1 ۔ عبد الحئ، مولانا حکیم سید، تذکرہ شعرائے اردو موسوم بہ گلِ رعنا ، اعظم گڑھ: مطبع معارف ، دوم، ھ، ص

2 ۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادبِ اردو، جلد اول، لاہور: مجلس ترقی ادب، دسمبر، ۸۷ ء، ص ۸

3 ۔ بایزید انصاری پیروخان کی تحریک کا حصہ تھے۔ آپ ء کے لگ بھگ جالندھر(پنجاب)میں پیدا ہوئے۔ جب دینِ الٰہی(اکبری)کے خلاف مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے اور مختلف تحریکوں کا حصہ بنے تو بایزیدبیروخان کی تحریک میں شامل ہوئے۔ آپ چونکہ اردو لکھنا جانتے تھے لہٰذا اردو کا حصہ پیروخان نے ان سے لکھوایا۔ خیر البیان میں محررہ اس وضاحت کے علاوہ آپ کی اور بھی کئی کتب منظرِ عام پر آئیں۔

4 ۔ کریم الدین، طبقاتِ شعرائے ہند ، لکھنو: اتر پردیش اردو اکادمیٔ، ۸ ، ص

5 ۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ایضاً، ص

6 ۔ ایضاً

7 ۔ انور ہاشمی،تاریخ پاک وہند،کراچی: کراچی بک سنٹر، س ن، ص ۸۰

18۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ایضاً، ص ۰

19۔ ایضاً

0 ۔ ایضاً

1 ۔ نظامی بدایونی، قاموس المشاہیر، جلد دوم، پٹنہ : خدا بخش پبلک اوری اینٹل لائبریری، ۰۰ ء، ص

2 ۔ محمد ریاض انجم، ڈاکٹر،ادبی تاریخ ضلع قصور، لاہور: خزینۂ علم و ادب ، ۰۰ ء، ص ۷

3 ۔ ایضاً

4 ۔ عزیز علی شیخ، مشاہیر پنجاب کا انسائیکلو پیڈیا ، لاہور: نگارشات، ۰۰۰ ء، ص ۸

5 ۔ محمد حسین آزاد، شمس العلماء، دربارِ اکبری، نئ دہلی:قومی کونسل برائے فروغِ اردو، ۰ ۰ ء، ص ۹

6 ۔ نظامی بدایونی، ایضاً، ص

7 ۔ محمد ریاض انجم، ایضاً، ص ۷

28۔ محمد سعید احمد مارہروی، آثارِ اکبری یعنی تاریخ فتح پور سیکری ، آگرہ: مطبع اکبری ، ھ، ص

29۔ امیر علی خان، اکبر بادشاہ کے نو رتن ، لاہور: علم و عرفان پبلشرز، ۰۰ ء، ص ۷

30۔ محمد سعید احمد مارہروی، ایضاً،

1 ۔ ناظم سیو ہاروی، ہندو زبان اور ہندو، لاہور:کتاب منزل لاہور، س ن، ص

2 ۔ رام دتہ مل و مولوی علی محمد، راجہ بیربر کی مکمل سوانح عمری اور لطائف،لاہور: نول کشور پریس، ، ۹۰ ء، ص ۹

3 ۔ یوسف متالا، مولانا، مشائخ احمد آباد ، مکتبہ الحرمین، لاہور: ء، ص ۸

4 ۔ عبد الوحید، ۱۰۰۱ شخصیاتِ عالم کا انسائیکلو پیڈیا ، لاہور:نگارشات پبلشرز ، ۰۰ ء، ص ۰

5 ۔ نظامی بدایونی، ایضاً، ص ۰

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

6 ۔ جامع انسائیکلو پیڈیا، جلد اول، ، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان ، ، ص ۷
7 ۔ محمد حسین آزاد، شمس العلماء، ایضاً، ص ۷
38۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر،ہندی شاعری میں مسلمانوں کا حصہ، مکتبہ اسلوب، کراچی: ۸ ء، ص
39۔ صمدی، ڈاکٹر، خان خاناں کی ہندی شاعری، مشمولہ :ماہنامہ"نگار"، فروری مارچ ۸ ء، ص
0 ۔ کریم الدین، ایضاً، ص
1 ۔ محمد حسین آزاد ، ایضاً، ص ۷
2 ۔ شہابی اکبر آبادی، تذکرہ مشاہیرِ اکبر آباد ، کراچی: جناح لٹریری اکیڈمی، س ن، ص ۷
3 ۔ ابوالفضل، علامہ، آئینِ اکبری(جلد اول)مترجم :مولوی محمد ندا علی طالب، حیدرآباد:دار الطبع عثمانیہ سرکار عالی حیدر آباد، ۸ ء، ص
4 ۔ نظامی بدایونی، ایضاً، ص
5 ۔ نصیرالدین ہاشمی، دکن میں اردو ،لاہور:اردو مرکز گنپت روڈ ، چہارم ، ص ۰